

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

نئے دور کے مجددین و مجتہدین کو سب سے زیادہ جس چیز کا دعویٰ ہے وہ عقلیت ہے۔ مگر افسوس کہ ان کی باتوں میں سب سے زیادہ جس چیز کا فقدان پایا جاتا ہے وہ یہی ہے۔ وہ خود اپنی ایک بات کی تردید و سبکدوشی سے کر جاتے ہیں، اور یہ تک محسوس نہیں کرتے کہ ان کے کلام میں کھلا ہوا تناقض ہے۔ ماہ گذشتہ کے اشارات میں جن مجتہد صاحب کے ”وعظ قرآنی“ کا ذکر کیا گیا تھا، ان کے اجتہاد کا بھی یہی حال ہے۔ ایک طرف وہ اپنی کتنا ”مطالعہ حدیث“ میں خود تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز کو پابندی وقت کے ساتھ فرض کیا ہے: **اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ كِتَابًا مَّوْقُوٰتًا**۔ (۴: ۱۱۵) دوسری طرف اپنے وعظ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز کے لیے مغلہ اور شرائط کے ایک ”ضروری شرط“ مشاغل دنیاوی سے بھڑکی ہوئی ہے۔ یہ دونوں باتیں انہوں نے اس اطمینان کے ساتھ فرمائی ہیں کہ ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں، حالانکہ اگر وہ اپنی عقل پر زور دیتے تو ان کو خود معلوم ہو جاتا کہ پابندی وقت کے ساتھ بھڑکی ہوئی کی شرط لگانا کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ عملی زندگی میں ہمیشہ ان دونوں شرطوں کا ساتھ ساتھ نبھنا تقریباً محال ہے، اور جب یہ دونوں شرطیں ساتھ ساتھ لگائی جائیں گی تو ایک شرط ضرور ساقط ہو جائے گی۔

نمازیں بھڑکی کو ضروری شرط قرار دینے سے ان کا صریح مدعا یہ ہے کہ اگر بھڑکی نہ ہو تو نماز ہی

نہ ہوگی۔ اسی بنا پر انہوں نے ظہر اور مغرب کے اوقات کو ساقط کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ان اوقات میں کیونٹی حاصل نہیں ہوتی، اس لیے نماز بھی نہیں ہوتی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر کیونٹی ضروری شرط ہو تو نماز کے لیے سرے سے کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کہتے ہیں کہ صبح کا وقت کیونٹی کا ہوتا ہے۔ مگر کیا اس مزدور کو بھی صبح کے وقت کیونٹی حاصل ہوتی ہے جسے طلوع آفتاب سے پہلے اپنے کارخانہ میں پہنچ جانا ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت کیونٹی کا ہے۔ مگر رے کہ ڈپٹی کلکٹروں کے لیے ہو جو چار بجے دفتر سے اٹھ کر گھر پہنچ جاتے ہیں۔ مگر کیا اس دوکاندار کے لیے بھی یہ وقت کیونٹی کا ہوتا ہے جس کے پاس تیسرے پہر کو خریداروں کا مجھوم ہوتا ہو۔ آپ کہتے ہیں کہ عشا کا وقت کیونٹی کا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے لیے ایسا ہو۔ مگر ریلوے کے اس ملازم سے پوچھیے جو اپنی ٹائٹ ڈیوٹی پر ہوتا ہے کیا وہ بھی اقرار کرے گا کہ عشا کے وقت اسے کیونٹی میسر آتی ہے؟ نماز تنہا ایک شخص یا اشخاص کے ایک مخصوص گروہ کے لیے تو نہیں ہے۔ نہ اس کے اوقات مقرر کرنے میں محض ”صاحب لوگوں“ کے نظام الاداء کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یہ تو تمام لوگوں کے لیے ہے، اور تمام لوگوں کے لیے اوقات میں سے کوئی وقت بھی ایسا مین نہیں کیا جاسکتا جس میں سب کو کیونٹی حاصل ہوتی ہو۔

تمام لوگوں کو بھی چھوڑیے۔ ایک شخص ہی کو لے لیجیے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مزدور دو یا تین مرتبہ بھی ایک ہی مقرر وقت پر اسے کیونٹی حاصل ہوتی ہے؟ کیونٹی گھڑی کی ہونی کی پابند تو نہیں کہ جہاں سوئی بجے گا ٹیکر ایک خاص ساعت کے نشان پر پہنچی اور کیونٹی حاصل ہوئی۔ ممکن ہے کہ صبح کا وقت کسی شخص کے لیے عموماً کیونٹی کا ہوتا ہو۔ مگر لازم نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہو۔ لہذا آپ کے فتویٰ کے مطابق جس روز صبح کو اسے کیونٹی نصیب نہ ہو اس روز وہ صبح کی نماز چھوڑ دے۔ اسی طرح عصر اور عشا کے اوقات کی تعیین بھی اگر کیونٹی کے ساتھ شرط ہو تو شاید کوئی شخص بھی ہمیشہ پابندی کے ساتھ ان اوقات میں نماز نہ پڑھ سکے گا۔ لہذا فتویٰ اس صورت میں مرتب کرنا پڑے گا کہ ان اوقات میں سے اگر کسی وقت کیونٹی حاصل ہو تو نماز ادا کر لو ورنہ

دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھو۔ یہ لازمی نتیجہ ہے نماز کے لیے یכוئی کو فوری شرط قرار دینے کا۔ اور اس شرط کو پورا کرنے کا لازمی نتیجہ ہے کہ دوسری شرط، یعنی پابندی وقت کی شرط ساقط ہو جائے۔

سوال: یہ ہے کہ مجتہد صاحب نے یہ شرط قرآن کی کس آیت سے نکالی ہے؟ قرآن میں کہاں ارشاد ہوا ہے کہ نماز کے لیے یכוئی اور حضور قلب ضروری ہے؟

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ سے استدلال صحیح نہیں بلکہ کہ خشوع کے معنی یכוئی کے نہیں، خضاعت کے ہیں۔ یعنی خدا کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر و ضعیف و عاجز سمجھنا۔ اور جو ارجح سے اس کا اظہار بھی کرتا۔ یہ بات یכוئی کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر انسان دل میں یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ خدا کے سامنے عاجز اور ذلیل ہے، اور اسی اعتقاد کے ساتھ وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو، رکوع میں جھکے اور زمین پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرے، تو بہر حال وہ خاشعین میں داخل ہو گیا، خواہ اسے مشاغل دنیوی سے یכוئی حاصل ہو یا نہ ہو۔

وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ سَبِّحْ اسْتِدْلَال غلط ہے اس لیے کہ اس حکم سے متصل ہی اس کی فائیت بھی بتا دی گئی ہے یعنی حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ۔ حق گو صاحب کا استدلال یہ ہے کہ جب شراب حرام نہ ہوئی تھی اس وقت نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی اور اس ممانعت کی اصلی وجہ یہ تھی کہ نشہ کی حالت میں یכוئی نہیں ہوتی۔ مگر یہ سراسر غلط ہے۔ نشے کی توبہ سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ اس میں یכוئی (Concentration) خوب ہوتی ہے قرآن کا بھیجئے والا ایسی خلاف واقعہ بات کیسے کہہ سکتا تھا۔ اس نے ممانعت کے ساتھ خود ہی اس کی یہ وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ نشہ کی حالت میں تم کو اپنے اوپر قابو نہیں رہتا زبان سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہے، اور تم کو خود خبر نہیں ہوتی کہ تمہاری زبان سے کیا نکل رہا ہے۔ لہذا جب تم اس حال میں ہو تو نماز کے قریب بھی نہ چلکو۔

اس میں شک نہیں کہ یکوئی کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے جس قدر زیادہ حضور قلب، امانت اور توجہ الی اللہ کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی اسی قدر زیادہ کمال اور بارگاہ الہی میں مقبول ہوگی۔ مگر کسی چیز کا وجہ کمال ہونا اور چیز ہے اور شرط لازم ہونا اور چیز۔ نماز کے لیے جوارکان مقرر کیے گئے ہیں، اگر ان کو ایمان کے ساتھ اوقات مقررہ میں ادا کر دیا جائے، تو بہر حال نماز ہو جائیگی، خواہ کمال ہو یا نہ ہو، اس لیے کہ ہم کو صرف اطاعت امر کی تکلیف دی گئی ہے نہ کہ درجہ کمال کو پہنچنے کی۔ اگر ہم ادائے فرض پر اکتفا نہ کریں، اور خود اپنی دلی رغبت سے کمال کو پہنچنے کی کوشش کریں تو یہ احسان کا درجہ ہے جس کے لیے مزید ثواب اور انعام ہے۔ لیکن احسان کو ہم پر فرض نہیں کیا گیا، کیونکہ اس کی فرضیت اسلام کو صرف کاملین کے لیے مخصوص کر دیتی اور عام افراد انسانی جن میں کمال کو پہنچنے کی صلاحیت نہیں ہے اس سے محروم رہ جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں نماز کی فرضیت پر تو بہت زور دیا گیا ہے، مگر اس کے ساتھ حضور قلب اور مشاغل دنیاوی سے یکوئی کی شرط نہیں لگائی گئی۔

حق گو صاحب نے اسلام کی نماز کو بھی راعبوں کی عبادت اور جوگیوں کی ریاضت سمجھ لیا ہے، اسی لیے وہ یکوئی کو نماز کے لیے ضروری شرط قرار دے رہے ہیں جو قریب قریب دھیان اور مراقبہ کی ہم معنی ہے۔ حالانکہ دراصل نماز تارک الدنیا لوگوں کے لیے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کو دنیا کے دھندوں میں گھسنے اور فطرت کے تمام داعیات پرورے کرنے اور دنیوی زندگی کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر خائب بنی ہو "ذرا غور و فکر سے کام لیتے اور اسلام کی اسپرٹ اور اس کے نظام کی عقلی بنیادوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ نہیں ہے۔ دین کو دنیا سے الگ کرنا اور دنیا کی اس طرح اصلاح کرنا چاہتا ہے کہ وہی عین دینداری بن جائے۔ اس سے نجات کا راستہ دنیا سے (بہر نہیں) نکالنا ہے۔

دنوی کار و بار کے عین منجھداریں سے ایک سید بار راستہ نکالتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہی راستہ تم کو جنت النعیم کی طرف لے جائے گا۔ اس کا اصل اصول یہ ہے کہ تم دنیا کے تمام کار و بار ایک پورے اور یکے دنیا دار کی طرح انجام دو، مگر یہ سبقت لے کر ان کے بعد رہنا اور ان کی ناکم حد ہے۔ اسی کے حکم کی اطاعت تم پر واجب ہے۔ ظاہر اور باطن میں جو کچھ تم کرتے ہو، اس کو دیکھ جانتا ہے، اور ایک دن تم سے تمہاری زندگی کے تمام اعمال کا حساب لینے والا ہے۔ اگر تم نے اس کے احکام کی اطاعت کی، اپنے معاملات میں اس کی حدود کو ملحوظ رکھا، اور اس کے مقرر کیے ہوئے قوانین پر عمل کیا تو اس کی خوشنودی سے سرفراز کیے جاؤ گے ورنہ اس کے غضب میں گرفتار ہو گے یہی سبب ہے جس کو بار بار یاد دلانے کے لیے نماز فرض کی گئی ہے، اور اس کے لیے ایسے اوقات مقرر کیے گئے ہیں جن میں اس تذکیر کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

قرآن کا پہلا ورق کھولتے ہی آپ کو یہ آیت ملتی ہے۔

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ
الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَ
بِالْآخِرَةِ هُمْ شَرُّوْنَ (۲: ۱)

یہی وہ کتاب ہے جس میں شک ہے ہی نہیں۔ یہ ہدایت
ان پر ہیزگاروں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز
قائم کرتے ہیں، جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے
خرج کرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو ہم نے
تیری طرف نازل کی ہے اور ان کتابوں پر جو تجھ سے پہلے

ازل کی گئی ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت پر غور کیجیے۔ قرآن کی ہدایت و رہنمائی سے مراد کچھ نہیں کہ وہ انسان کو دنیا کی

فکر و عمل کی صحیح راہ بتاتا ہے، علم کی روشنی دیتا ہے، زاویہ نظر کو سیدھا کر دیتا ہے، اور عمل کا وہ راستہ دکھاتا ہے جو انسان کی اس دنیوی زندگی کے پیچ و پیچ راستوں میں سے سلامتی کے ساتھ گزار کر نجات کی طرف لے جائے

مگر یہ راستہ صرف اسی شخص کے لیے کھل سکتا ہے جو غیب پر ایمان لائے، خدا کو ماننے، اس کی کتاب کو ماننے، یوم آخر کے پیش آنے پر یقین رکھے، نماز پڑھے، اور محض خدا کی خوشنودی کے لیے اپنا وہ مال خرچ کرے جس کو وہ عزیز رکھتا ہے۔ جو شخص ان شرائط کو پورا کرے گا وہی قرآن کی رہنمائی پر چل سکے گا اور وہی کامیاب ہوگا۔ اُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

اس سے نماز کی اہمیت سمجھ میں آ سکتی ہے۔

نماز ایمان بالغیب کو راسخ کر دیتی ہے۔ وہ ایک ان دیکھے خدا پر ایمان ہی ہے جو ایک شخص کو اپنا آرام، اپنا کام کج، اپنے فوائد و منافع، سب کچھ چھوڑ کر دن میں کئی دفعہ نماز پڑھنے پر آمادہ کرتا ہے اور اس کو بار بار کھینچ کر محلے کی طرف بجاتا ہے۔ ایمان کی تحریک سے نفس کے اس طرح بار بار متاثر ہونے اور اسی کی تابعداری میں جو ارجح کے حرکت کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ نفس پر ایمان کا اقتدار حکم چماتا چلا جاتا ہے، اور اس میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ مقصدیات ایمان کے مطابق سیرت کی تشکیل کر سکے۔ حقیقت نماز ہی ایک ایسا فعل ہے جس میں انسان قولا و عملا اسلام کے پورے کریڈ کا اعادہ کرتا ہے۔ تکبیر سے لیکر سلام تک جو کچھ ہے وہ اسی کریڈ کی تکرار ہے۔ خدا پر ایمان، اس کے رسول پر ایمان، اس کی کتابوں پر ایمان، اس کے یوم الحجاب پر ایمان، اس کو جا کم حقیقی سمجھنا، اس کی خوشنودی کا طلبگار ہونا، اس کے حساب سے ڈرنا، اس کو علیم خبیر جاننا، یہ سب کچھ نماز میں آجاتا ہے۔ شعور جلی میں نہ سہی، شعور خفی میں تو ضرور یہ سب امور ہر اس شخص کے دل میں راسخ ہوتے ہیں جو نماز کی پابندی کرتا ہے، کیونکہ اگر ذہن ان سے خالی ہو تو انسان نماز کی پابندی کر ہی نہیں سکتا۔

جب یہ عمل اس تکرار و اعادہ سے انسان کے ذہن میں اسلام کے کریڈ کو حکم کر دیتا ہے، اور اسی کی متابعت میں جسم کو امثال امر کا خوگر بناتا ہے، تو اس سے لازمی طور پر انسان کو عملاً اطاعت احکام الہی کی

مشق ہوتی چلی جاتی ہے، اس میں فرض شناسی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں یہ قابلیت بڑھتی جاتی ہے کہ اپنی زندگی کے معاملات میں اسلام کے ڈسپلن کی پابندی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص روزانہ صبح کی غنیمت کا لطف چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھے گا محض اس لیے کہ خدا نے اس کو نماز کا حکم دیا ہے، جو شخص ہر روز ظہر اور عصر کے اوقات میں دو مرتبہ اپنے دنیوی مشاغل سے ہاتھ اٹھا کر مصلے کی طرف دوڑے گا، محض اس لیے کہ اس کا ان دیکھا خدا اسے بلارہا ہے، جو شخص ہمیشہ اپنی شام کی تقریحوں اور دیکھیوں کو چھوڑ چھار کر نماز کے لیے کھڑا ہوگا، محض اس لیے کہ خدا نے یہ فرض اس پر عائد کیا ہے، جو شخص ہر شب میں مصیبت کے مواقع کی طرف جانے کے بجائے اپنے خدا کی طرف جائے گا، محض اس لیے کہ خدا کے حکم کی اطاعت کو وہ اپنا فرض جانتا ہے اس لیے اس پر امید بھی کی جاسکتی ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر جب وہ عملی زندگی کے میدان میں قدیم رکھے گا تو اسی ان دیکھے علم و جبریم و کافور کا خوف اس کو خفیہ اور علانیہ گناہوں سے روکیگا، اس کے ہاتھ کو ظلم و تعدی کی طرف بڑھنے سے باز رکھے گا۔ خدا کے احکام کی اطاعت، اس کے قوانین کی پابندی اور اس کے قائم کردہ حدود کا لحاظ کرنے پر ابھارے گا اور اس میں اتنی قوت پیدا کر دے گا کہ نہ آسائش کا خیال اسے ادا سے فرض سے روک سکے، نہ دنیوی فوائد کی طمع اس کو حد سے تجاوز کرنے پر آمادہ کر سکے، اور نہ دنیا کی دیکھیاں اس کو خدا سے غافل کر سکیں۔ بالفرض اگر نماز سے اس کی اخلاقی تربیت اتنی مکمل نہ ہو سکی تو کم از کم اس کی فرض شناسی اور اطاعت کیشی اور خشیت ہی اس شخص سے تو زیادہ ہی ہوگی جو خدا کی پکار سنتا ہے اور اس سے من نہیں ہوتا۔ جو خدا کے عاید کیے ہوئے فرض کو اپنی آسائش یا اپنے کاروبار یا اپنی تفریحات کی خاطر بے تکلف چھوڑ دیتا ہے۔

نماز اگر حضو قلب اور کامل توجہ کے ساتھ ہو تو اس کے روحانی فوائد کا پوچھنا ہی کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس مصلحت غلطی کے لیے اس چیز کو فرض کیا ہے۔ وہ تو یحیوی کے بغیر بھی محض اوقات مقررہ پر نماز کے ارکان ادا کر لینے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں کیونی اور حضو قلب پر زور دینے کے بجائے

اوقات پابندی پر زور دیا گیا ہے، اور رات کے وقت سکون و اطمینان کی حالت میں جو نماز ادا کی جاتی ہے اس کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی جتنی اس نماز کو دی گئی ہے جو دنیوی کاروبار کے انہماک سے اٹھ کر ادا کی جاتی ہے۔ ارشاد ہے کہ **حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ صَلَاةَ عَمَلٍ** مراد عموماً عصر کا وقت لیا گیا ہے۔ اور احادیث بھی زیادہ تر اسی کی تائید میں ہیں۔ تمام نمازوں سے الگ اس نماز کی پابندی پر خاص طور سے زور دینے کی وجہ یہی ہے کہ اس نماز کا وقت ایسا ہے جس میں عام طور پر لوگ زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ تخصیص صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری توجہ اتنی پسندیدہ نہیں جتنی یہ ادا پسندیدہ ہے کہ جب اس کی پکار تمہارے کان میں پہنچے تو تم اپنے مشاغل، اپنی دچکیاں، اپنے فوائد و منافع سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کی طرف لپکو اور اس کے حکم کی بجا آوری کو ہر اس چیز پر ترجیح دو جو تمہیں عزیز ہو۔ اسی لیے نماز جمعہ کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے کہ **إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ** (۲: ۶۲) جب جمعہ کی نماز کے لیے پکارا جائے تو یاد خدا کی طرف دوڑو اور عزیز و مفروضات چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ پھر جب نماز ختم ہو جا تو زمین میں پھیل جاؤ اور اپنے کاروبار میں خدا کا فضل تلاش کرو۔

آپ کہتے ہیں کہ دنیوی مشاغل کے اوقات میں نماز بے دلی سے ہوتی ہے۔ دل اپنے کاروبار یا کھیل کود میں پڑا رہتا ہے، خدا کی طرف توجہ نہیں ہوتی، بغیر سمجھے بوجھے محض رٹے ہوئے الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں، اور بلا ارادہ چند جہانی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہی نماز بڑی قیمت رکھتی ہے جو شخص اپنے کاروبار یا اپنی تفریح سے اتنی دلچسپی رکھتا ہے کہ اس سے ہٹنے کے بعد بھی اس کا دل وہیں پڑا رہتا ہے، وہ تو اپنے خدا کے لیے بڑی قربانی کرتا ہے کہ اپنی ایسی دلچسپی میں بھی اس کا حکم یاد کرتا ہے اس کے فرمان کی

بجا آوری کے لیے اپنا مرغوب کام چھوڑ کر اٹھتا ہے۔ اپنی توجہ کو اس پسند خاطر چیز سے خدا کی طرف پھیر دیتا ہے اور بادل ناخواستہ ہی سہی گردل پر جبر کر کے خدا کا ذکر تو کرتا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک اس ایثار اور اطاعت امر، اور اس فرض شناسی کی کوئی قیمت ہی نہیں؟ کیا شخص اپنے خدا کی آزمائش میں پورا نہیں اترتا؟ کیا اس نے ضبط نفس، اور خدا ترسی کا ثبوت نہیں دیا؟ کیا اس نے اپنے عمل سے ثابت نہیں کر دیا کہ اس میں فرض کی خاطر اپنے مرغوبات کو قربان کر دینے کی قوت موجود ہے؟ اگر وہ ان ایمانی اور اخلاقی صفات کا مالک نہ تھا تو کیا چیز تھی جو اس کو اپنے فائدہ بخش یا دل پسند کام سے نماز کی طرف کھینچ لائی؟ یہاں بجز اطاعت امر اور خوف خدا کے اور کیا منفعت یا دلچسپی ہے؟

افسوس ہے کہ اسلام کے ایسے ایسے اہم مسائل اور احکام پر آج وہ لوگ اپنے اجتہاد کی قنچیاں چلا رہے ہیں جن میں نہ اتنی علمی و عقلی استعداد ہے کہ اسرار دین کو درکنار اس کے مبادی ہی کو سمجھ سکیں، نہ اتنا خوف خدا ہے کہ مہات دینی پر اپنے سلی اور جاہلانہ اجتہادات کی اشاعت سے ہزاروں مسلمانوں کے اعتقاد و عمل کو خراب کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے ڈریں نہ اتنی اخلاقی جرات ہے کہ علم و فہم کا جھوٹا پسندار چھوڑ کر جو کچھ نہ جانتے ہوں اس کو جاننے والوں سے پوچھیں اور جو کچھ نہ سمجھتے ہوں اس کو سمجھنے والوں سے سمجھیں۔ مسلمانوں کی کیسی شامت ہے کہ آج اس حیثیت کے لوگ ان کی مذہبی رہنمائی کرنے کے لیے اٹھنے کی جرات کرتے ہیں